سلسلہ اشاعت نمبر 1

ربیع الاوّل کا پیغام

تحریر

حافظ عبدالستار حامد

اہلحدیث ٹرسٹ وزیر آباد

تعاون حاجی محمد اسلم بھٹہ

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ" حَسَنَۃٌ" -(سورۃ الاحزاب آیت نمبر۲۱)
﴿ترجمہ﴾ یقیناً تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ (کی سیرت) میں بہترین نمونہ ہے-

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کو پانچ سو اکہتر سال گزر چکے تھے- ارض وسماء کے درمیان روحانی تعلق ختم اور رشتۂ وحی منقطع ہو چکا تھا- بالخصوص عرب قوم مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی انحطاط اور بدحالی کا شکار تھی- پوری دنیا بداعمالیوں کی وجہ سے ظلمت کدہ بنی ہوئی تھی- کفر کی سیاہ رات چھا چکی اور عصیاں کی بجلیاں کوندرہی تھیں- تمام لوگ گمراہی، ضلالت، بے راہروی اور افراتفری میں مبتلا تھے- ہر قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسر پیکار اور ہر علاقہ دوسرے علاقے سے نبرد آزما تھا- حربی جذبات اتنے مشتعل اور بے قابو تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر خون کی ندیاں بہہ جاتیں اور باہمی جنگ وجدل کا سلسلہ صدیوں تک چلتا رہتا تھا- قبل از اسلام کے عرب فطری ذہانت، جرأت وشجاعت اور قوت خطابت کے باوجود تاریکی میں گھرے ہوئے اور جہالت کا شکار تھے- وہ لوگ

- ایک دوسرے کی جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے-
- ان کے اخلاق بہتر تھے نہ معاملات- ✿ وہ صریح گمراہی اور ضلالت میں مبتلا تھے-
- ان کے خیالات میں پاکیزگی تھی نہ جذبات میں-
- ان کا عورتوں سے سلوک اچھا تھا نہ بچوں سے-
- ان کے عقائد درست تھے نہ اعمال- ✿ ان کا دین صحیح تھا نہ دُنیا-
- ان کے تعلقات ہمسایوں سے اچھے تھے نہ رشتہ داروں سے-

ان میں پیار، محبت، شفقت، خلوص اور ہمدردی نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی- سنگدلی، بے رحمی، توہم پرستی، شراب نوشی، قمار بازی، بے حیائی، سودخوری، فال گیری، غلاموں سے بدسلوکی، چوری، ڈکیتی، زناکاری اور عشق بازی جیسی بری عادات ان کے تمدن کا حصہ بن

چکی تھیں- مذہبی معاملات میں یہود و نصاریٰ ایک دوسرے سے برسر پیکار تھے- الحاد و بے دینی کا دور دورہ تھا- منکرینِ آخرت دندناتے پھرتے تھے- نبوت و رسالت کا علی الاعلان انکار کیا جاتا تھا- چاند' سورج' ستاروں' جنات اور آگ کی پوجا کی جاتی تھی- سیدنا عیسیٰ اور جناب عزیر علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور فرشتوں کو رب العزت کی بیٹیاں تصور کیا جاتا تھا اور شرک اور بت پرستی کی وبا عام تھی- بقول مولانا الطاف حسین حالی رحمہ اللہ تعالیٰ-

قبیلے قبیلے کا بُت اک جدا تھا　　کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزّیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا　　اسی طرح گھر گھر نیا اِک خدا تھا
نہاں اَبر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ　　ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ　　نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا　　کہیں پہلے گھوڑا دوڑانے پہ جھگڑا
لبِ جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا　　کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز چلتی تھی' تلوار ان میں
یونہی ہوتی رہتی تھی تکرار ان میں

مختصر یہ کہ پوری انسانیت بالعموم اور عرب معاشرے کے افراد بالخصوص اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کی آگ کے کنارے پہنچ چکے تھے کہ رحمتِ حق جوش میں آئی اور اس بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کے لئے --- ان ناگفتہ بہ حالات کو سنوارنے کیلئے --- مشرکین کو نغمۂ توحید سنانے کیلئے --- غیر اللہ کے پجاریوں کو ربِ واحد کا پرستار بنانے کے لئے --- آتش کدوں کو بجھانے کے لئے --- بتوں کو گرانے کے لئے --- اللہ تعالیٰ کی قدرت کے انکاریوں کو رب العالمین کا تعارف کروانے کیلئے

---یہودیوں کو سمجھانے کے لئے ---نصرانیوں کو بھولا ہوا سبق یاد کرانے کے لئے ---منکرینِ آخرت کو قیامت کا یقین دلانے کے لئے --- جنات کی پوجا کرنے والوں کو راہِ حق دکھانے کے لئے --- چاند، سورج اور ستاروں کی پرستش کرنے والوں کو خالق کے حضور جھکانے کیلئے ---متلاشیانِ حق کو رب العزت سے ملانے کے لئے ---اور ---منکرینِ رسالت کو ''نبی'' کا مقام بتلانے کے لئے خالق کائنات نے ہادیٔ کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

ربیع الاوّل کو تاریخ انسانی میں اس اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے کہ اس ماہِ مبارک میں سرورِ عالم، رحمت مجسم، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اسی ماہِ ربیع الاول کی ۹ تاریخ ۱ھ عام الفیل مطابق ۲۰۔اپریل ۵۷۱ء سوموار کا دن، بہار کا خوبصورت موسم اور صبحِ صادق کا وقت تھا۔ رات کی سیاہی چھٹ رہی اور دن کا اجالا پھیل رہا تھا۔ جب نازشِ انسانیت، نگہبان آدمیّت، جوہر آئینہ تجلیات، سرورِ کائنات، مبشر رسولاں، منتظر نبیاں، ماہِ عرب، مہر عجم، رسولِ مکرم، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ آمنہ کے بطن اطہر سے عالمِ دنیا میں تشریف لائے۔ ؎

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا دعائے خلیلؑ و نوید مسیحاؑ

بقول علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ارباب سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ۔

''آج کی رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔ آتش کدۂ فارس بجھ گیا۔ دریائے ساوہ خشک ہوگیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکت روم، اوجِ چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتشِ فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدۂ کفر، آذر کدۂ گمراہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بت کدے خاک میں مل گئے ۔شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا۔ نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستانِ سعادت میں بہار آ گئی۔ آفتابِ ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں۔ اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اُٹھا۔ یعنی یتیم عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہِ حرم، حکمرانِ عرب، فرماں روائے عالم، شہنشاہِ کونین، عالم قدس سے عالم

امکان میں تشریف فرمائے عز و اجلال ہوا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔ (سیرۃ النبی ﷺ صفحہ ۱۷۰-۱۷۱، جلد اول)

درحقیقت آج کی صبح وہی بابرکت گھڑی، وہی پرسعادت لمحہ اور عظیم المرتبت ساعت ہے جب۔

ہے فرش سے تا عرش عجب بارشِ انوار
ہر سمت سے رحمت کی گھٹا جھوم رہی ہے
اِک نغمۂ پُرکیف ہواؤں میں ہے رقصاں
فطرت بھی سرِ عرش عُلا جھوم رہی ہے

پیغمبر اکرم ﷺ یتیمی کی حالت میں پیدا ہوئے کہ آپ کی پیدائش سے دو ماہ قبل آپؐ کے والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ جب آپ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ ﷺ سیدہ آمنہ کے سایۂ عاطفت سے محروم کر دیئے گئے۔ والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد آپ کو دادا عبدالمطلب نے اپنی کفالت میں لے لیا۔ ابھی آپ آٹھ سال کے تھے کہ یہ ظاہری سہارا بھی چھین لیا گیا۔ چونکہ آپ کے عمّ محترم جناب ابوطالب کو اپنے یتیم بھتیجے جناب محمد ﷺ سے بڑی محبت و الفت تھی۔ اس لئے کثیر العیال اور مالی اعتبار سے کمزور ہونے کے باوجود وہ آپ کے کفیل مقرر ہوئے۔

آپ ﷺ نے بچپن میں بکریاں چرانے کا شغل اختیار فرمایا اور جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی آپ تجارت کی طرف متوجہ ہوئے اور مکہ معظمہ کی ایک مال دار اور معزز خاتون سیّدہ خدیجہ کا سامانِ تجارت لے کر ان کے غلام کے ہمراہ تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام گئے۔ آپ ﷺ کی دیانت، صداقت اور امانت کی بدولت سیّدہ خدیجہ کو دگنا منافع حاصل ہوا اور وہ اپنے غلام کی زبانی آپ کے حسنِ اخلاق، اعلیٰ کردار اور کریمانہ عادات کا حال سن کر از حد متاثر ہوئیں اور بیوگی کے باعث ازخود آپ ﷺ کو پیغامِ نکاح بھیج دیا۔ آپ ﷺ نے چچا محترم سے مشورے کے بعد اسے قبول فرمالیا اور پچیس سال کی عمر میں آپ کا نکاح چالیس سالہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پڑھا دیا گیا۔ مکہ مکرمہ کی یہ مال دار

خاتون آپ ﷺ کے اخلاق، عادات، کمالات اور صفات عالیہ سے اس قدر خوش ہوئیں کہ انہوں نے اپنا سارا مال و منال آپ ﷺ کی نذر کر دیا۔ چونکہ آپ کی طبیعت میں کفایت شعاری، قناعت اور سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لئے آپ نے اس دولت کو تجارت میں لگا کر سرمایہ بڑھانے کی بجائے یہ ساری دولت مقروضوں کے قرض اتارنے، بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنے، یتیموں کی کفالت کرنے، بیواؤں کی ضروریات پوری کرنے، رشتے ناطے جوڑنے اور مہمانوں کی خدمت کرنے میں خرچ کر دی۔

نبی محترم ﷺ کا وجودِ مبارک اعلیٰ اوصاف، بلند اخلاق اور فضائل و محاسن کا مجموعہ تھا۔ آپ کی ساری زندگی اصابت فکر، حق پسندی اور دوراندیشی کا مینار ہے۔ آپ نے پوری بصیرت کے ساتھ لوگوں کے درمیان زندگی کا سفر طے کیا۔ آپ ﷺ اچھے کاموں میں شرکت اور معاونت فرماتے اور شرکیات و خرافات سے مکمل اجتناب فرماتے۔ آپ نے قبل از اعلان نبوت بھی کبھی شراب کو منہ نہیں لگایا۔ آستانوں کا ذبیحہ نہیں کھایا اور غیر اللہ کی نذر و نیاز کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ آپ کو باطل معبودوں سے اس قدر نفرت تھی کہ آپ نے کبھی لات و عزّیٰ کی قسم سننا بھی گوارا نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی رفیقۂ حیات سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ''صلہ رحمی کرنے والے، لوگوں کا بوجھ اٹھانے والے، ناداروں کی خبر گیری کرنے والے اور مصیبت زدگان کی مدد فرمانے والے ہیں۔''

آپ ﷺ طبعی طور پر مکہ مکرمہ کے مشرکانہ ماحول اور جاہلانہ عادات و رسومات سے سخت بیزار اور متنفر تھے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کی عمر چالیس سال کے قریب ہوئی۔ تو آپ کی طبیعت خلوت نشینی کی طرف مائل ہوگئی۔ آپ سامانِ خورد و نوش لے کر مکہ معظّمہ سے باہر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں کئی کئی دِن عبادت و ریاضت اور غور و فکر میں مصروف رہتے۔ جب پانی اور ستو ختم ہو جاتے تو آپ شہر میں چلے آتے اور چند دنوں کے بعد پھر غارِ حرا میں جا کر مصروف عبادت ہو جاتے۔ غارِ حرا میں بیت اللہ ہر وقت آپ کی نظروں کے سامنے ہوتا۔

جب آپ کی عمرِ مبارک قمری حساب سے چالیس سال چھ ماہ بارہ دن اور شمسی

حساب سے انتالیس سال تین ماہ بائیس دِن ہوگئی تو اتوار و سوموار کی درمیانی اور رمضان المبارک کی اکیسویں رات تھی۔ آپ ﷺ حسب معمول غارِ حرا میں پوری توجہ اور انہماک سے مصروف عبادت تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیّد الملائکہ جناب جبریل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور آپ کی ذات گرامی پر پہلی وحی کا نزول ہوا اور آپ ﷺ کو نبوت ورسالت کے عظیم منصب سے سرفراز فرمایا گیا۔ ارشاد ہوا۔

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَءْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o (سورۃ علق آیت نمبر ۱ تا ۵)

﴿ترجمہ﴾ اپنے رب کے نام سے پڑھیے۔ جس نے (ہر چیز کو) تخلیق فرمایا۔ اس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیئے اور آپ کا رب سب سے زیادہ بزرگی والا ہے۔ جس نے علم بذریعہ قلم سکھلایا۔ اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے تحت سلسلۂ وحی چند دن منقطع رہا۔ پھر جب آپ کی طبیعت میں وحی کے اشتیاق، طلب اور انتظار نے شدت اختیار کی تو ایک دن دوپہر کے وقت آپ چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے کہ رب العالمین نے دوسری وحی نازل فرما کر توحید وسنت کی دعوت وتبلیغ کا حکم فرمایا۔

یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ o وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ o وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ o وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ o وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ o (سورۃ مدثر آیت نمبر ۱ تا ۷)

﴿ترجمہ﴾ اے کپڑا اوڑھنے والے! کھڑے ہو جایئے۔ پس (لوگوں کو) ڈرایئے اور اپنے پروردگار کی کبریائی بیان فرمایئے اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے اور گندگی سے دور رہیے۔ اور زیادہ لینے کیلئے احسان نہ کیجئے اور اپنے رب کیلئے صبر کیجئے۔

ان آیات طیبات میں اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو دعوت وارشاد کا سات نکاتی ایجنڈا دیا اور آپ ﷺ سے کہا کہ اب آرام کا وقت گزر چکا۔ سونے کے ایام بیت گئے اور فرصت وفراغت کے لمحات ختم ہوگئے۔ اب آپ اللہ تعالیٰ کی توحید سنانے کے لئے ۔۔۔ اللہ کریم سے ملانے کے لئے ۔۔۔ لوگوں کو رب کے حضور جھکانے کے لئے

---محبت کو پھیلانے کے لئے---نفرتوں کو مٹانے کے لئے---خدائی پرچم لہرانے کے لئے---شرک کو گرانے کے لئے اور اِتباعِ رسول کا سبق پڑھانے کے لئے کھڑے ہو جایئے- چنانچہ اس حکمِ الٰہی کی تعمیل میں آپ ﷺ جاہلیت کے رسم و رواج کے خلاف میں اور جھوٹے خداؤں کے مقابلے میں- داعیِ توحید اور مبلغ اسلام بن کر کھڑے ہو گئے اور سرزمین مکہ میں تیرہ سال تک توحید و سنت کا علم بلند کئے رکھا- لوگوں کو اللہ واحد و اَحد کے حضور جھکنے کی تعلیم دی اور قرآنی احکام کے مطابق زندگی گزارنے کا درس دیا- اس دوران آپ کو راہِ توحید سے ہٹانے اور آپ کے فرماں برداروں کو ورغلانے کے لئے بڑی کوششیں ہوئیں- منصوبے بنے- پروگرام تشکیل دیئے گئے- دارالندوہ میں اجلاس اور سازشیں ہوئیں- آپ اور آپ کے رفقاء کو بڑی تکالیف' شدید مشکلات اور بے پناہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا- مگر انہوں نے دینِ حق کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور بڑی سے بڑی اذیت اور کسی قسم کا کوئی لالچ انہیں راہِ راست سے نہ بھٹکا سکا اور صراطِ مستقیم سے نہ ہٹا سکا-

سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی رحلت' ابوطالب کی وفات اور سفرِ طائف سے واپسی کے بعد جب کفار مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی' تشفی اور اظہارِ محبت کے لئے آسمانوں کی سیر کروائی- آپ ﷺ سفرِ معراج میں سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور تک پہنچے- قربِ خاص حاصل ہوا اور اللہ رحیم و کریم کے ساتھ ہم کلامی سے متشرف ہوئے- پھر اللہ رب العزت کے حکم سے نبی معظم ﷺ نے مکہ معظمہ سے "یثرب" کی طرف ہجرت فرمائی- آپ کی تشریف آوری کی بدولت یہ شہر "مدینۃ النبی" کے نام سے مشہور ہوا اور اسے اسلامی ریاست کا پہلا دارالخلافہ بننے کا اعزازِ عظیم حاصل ہوا-

آپ ﷺ کی مدنی زندگی میں اسلام کے تفصیلی احکام نازل ہوئے اور مسلمانوں کو معاشرتی' معاشی' سیاسی' مذہبی اور سماجی فلاح و بہبود کے سنہری رہنما اصول عطا فرمائے گئے- کفر و اسلام کے درمیان کئی معرکے بھی ہوئے- جن میں بدر' اُحد' احزاب' خیبر اور تبوک زیادہ مشہور ہیں- ۸ھ ہجری میں مکہ معظمہ فتح ہوا اور ۱۰ھ ہجری میں تقریباً سوا لاکھ جانثاروں کے ہمراہ آپ ﷺ نے فریضہ حج ادا فرمایا- میدانِ عرفات کے

خطبے میں آپ ﷺ نے اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ بیان کرتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری وضاحت فرمائی - عورتوں اور غلاموں کے حقوق پر زور دیا - سود کی حرمت کا واضح اعلان فرمایا - زمانۂ جاہلیت کے تنازعات کی جڑ کاٹ دی - معاشرے میں اخوت ومساوات اور محبت والفت کی فضا پیدا کرنے کی تلقین فرمائی اور نہایت جامعیت کے ساتھ اہم مذہبی اور معاشرتی احکام کی تفصیل بیان فرمائی - جب آپ ﷺ خطبۂ حج سے فارغ ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر اسلام کی تکمیل کا اعلان فرما دیا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا - (سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳)

﴿ترجمہ﴾ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند فرمالیا-

۲۹ صفر ۱۱ھ میں بدھ کے دن آپ ﷺ کو دردسر کی شکایت ہوئی، پھر بخار ہو گیا اور بیماری نے شدت اختیار کر لی - حالت مرض میں بھی آپ ﷺ نے کئی دن خود نمازوں کی امامت فرمائی - نبی مکرم ﷺ نے اپنے فداکاروں کو جو آخری نماز پڑھائی وہ ۸ ربیع الاول بروز جمعرات مغرب کی نماز تھی اور اس میں آپ ﷺ نے سورۃ والمرسلات کی تلاوت فرمائی - پھر آپ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرما دیا - چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول محترم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں سترہ نمازوں کی امامت کا اعزاز حاصل کیا-

۱۲ ربیع الاول بروز سوموار نماز فجر کے وقت آپ ﷺ کو اتنا سکون ہوا کہ آپ نے حجرۂ مبارکہ کا پردہ اٹھایا - صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں مشغول دیکھ کر تبسم فرمایا - طلوعِ آفتاب کے بعد بار بار غشی ہونے لگی - اسی دوران آپ نے مسواک فرمائی - زبانِ اقدس سے فرمایا - لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ - اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے - موت کے لئے سختیاں ہیں - نگاہِ مبارک چھت کی طرف اٹھائی، ہونٹوں پر کچھ حرکت ہوئی - اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کان لگایا تو آپ فرما رہے تھے - ان انبیاء، صدیقین،

شہداء اور صالحین کے ہمراہ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے- اے اللہ مجھے بخش دے- مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچا دے- اے اللہ! رفیق اعلیٰ - اے اللہ! رفیق اعلیٰ - اے اللہ ! رفیق اعلیٰ - تیسری دفعہ یہ الفاظ کہتے ہوئے آپ کے ہاتھ جھک گئے اور آپ ﷺ کی روحِ مبارک عالم فنا سے عالم بقا کی طرف کوچ کر گئی- اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا-

۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری سوموار کا دن نبی مکرم ﷺ کے خاندان، مقربین، رفقاء، صحابہ کرام اور اہل مدینہ بلکہ تمام عالم اسلام کیلئے شدید کرب والم، پریشانی اور صدمے کا دن تھا - ہر طرف تاریکی چھا گئی- محبان رسول کے ہوش وحواس گم ہو گئے- جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرطِ غم سے نڈھال کہہ رہی تھیں- "ہائے ابا جان! آپ کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے- ہم جبریل کو آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں-"

اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے رسولِ محترم، نبیٔ معظم، رحمتِ مجسم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر لاتعداد درود وسلام نازل فرمائے- آمین-

برصغیر پاک وہند میں بالخصوص اور بعض دیگر اسلامی ممالک میں بالعموم مسلمانوں کا ایک طبقہ اس امر کا عادی ہو چکا ہے کہ ان کے ہاں ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی کے نام سے جشن منائے جاتے- جلوس نکالے جاتے- کھانے پینے کی دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا، گلیوں اور بازاروں کو سجایا جاتا، کعبۃ اللہ اور روضۂ رسول کی شبیہیں بنائی اور قوالیوں کی مجالس منعقد کی جاتی ہیں اور ان اعمال کو اجر وثواب کا ذریعہ، نیکی کا کام اور حُبِّ رسول کا معیار قرار دیا جاتا ہے جبکہ کسی کام کے باعث ثواب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اسے سرانجام دینے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دیا ہو- رسول مکرم ﷺ نے وہ کام خود کیا یا کرنے کی رغبت دلائی ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ عمل کر کے دکھایا ہو- کیونکہ دین اسلام صرف اور صرف قرآن و سنت کا نام ہے اور قرآن وحدیث پر عمل کی کسوٹی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذوقِ عبادت اور جذبۂ اطاعت ہے-

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ قرآن مجید فرقان مجید کے تیس سپاروں اور ایک

سو چودہ سورتوں میں کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں مروجہ جشن عید میلاد منانے کا حکم دیا گیا ہو اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اس اَمر پر شاہدِ عادل ہے- کہ آپ ﷺ نے اپنی پوری حیات مبارکہ میں اپنی ولادت کے دن کبھی کوئی جشن نہیں منایا اور نہ کسی کو اس دن جشن منانے کا حکم فرمایا- ہمیں اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ جب قرآنی آیات میں جشن عید میلاد منانے کا حکم نہیں ہے اور خود صاحب میلاد نے زندگی بھر کوئی ایسا جشن نہیں منایا اور نہ منانے کا حکم دیا ہے تو پھر یہ عمل اجر وثواب اور نیکی کا باعث کیسے ہو سکتا ہے؟-

قرآن وحدیث پر عمل کے سلسلے میں خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ حیات امت کے لئے معتبر قرار دیا گیا ہے اور خلفاء عظام اور صحابہ کرام کی حیاتِ طیبہ میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں کہ وہ نبیٔ معظم ﷺ کے اشارۂ ابرو پر اپنا مال اور جان قربان کرنا بہت بڑی سعادت جانتے اور سنت رسول پر مر مٹنے کو ذریعۂ نجات گردانتے تھے اور یہ یقینی بات ہے کہ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے قول و عمل سے جشن میلاد کا کوئی وجود اور ثبوت نہیں ملتا- تو جو عمل قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو اور اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے جانثاروں اور فداکاروں نے سرانجام نہ دیا ہو- وہ قطعی طور پر شریعت اسلامیہ کا جزء نہیں ہو سکتا تو اس کے کرنے والا اجر وثواب کا مستحق کیسے بن سکتا ہے-

صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین کا دور دینی اعتبار سے ''خیر القرون'' کہلاتا ہے اور رسولِ محترم ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے اسے بہترین زمانہ قرار دیا ہے- اس بہترین زمانے کے تابعین و تبع و تابعین سے جشن عید میلاد کے بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے اور چاروں فقہی مذاہب کے ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی تعلیمات وارشادات اور ان کی فقہی کتب میں جشن عید میلاد کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور دیگر فقہاء ومحدثین میں سے کسی نے بھی اسے منانے کا حکم نہیں دیا ہے- تو ایک ایسا عمل جس کا قرآن مجید' حدیث شریف' خلفاء راشدین' صحابہ کرام' فقہاء

امت‘ محدثین عظام اور بزرگان ملت کے ہاں کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ اسے منانے پر اتنا زور دینا اور اسے ایک اہم شرعی حکم اور دینی فریضہ سمجھ کر سرانجام دینا اور اس پر اجر وثواب اور نیکی کی توقع رکھنا کہاں کی دینداری اور کہاں کا اسلام ہے۔

مروجہ جشن عید میلاد کے جلوسوں مین گانے بجانے‘ ڈھول ڈھمکے اور راگ رنگ کے شامل ہونے سے اس کی حیثیت مزید خطرناک اور غیر اسلامی ہو جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آلاتِ موسیقی‘ ساز اور باجے توڑنے کا حکم دیا ہے۔ نیز جشن میلاد کے جلوسوں میں مردوزن کے اختلاط سے جو قباحتیں جنم لیتی ہیں وہ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں۔

برادران اسلام! بڑے ٹھنڈے دل سے سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ کسی کی موت کے دن جشن اور خوشی کون مناتا ہے۔ کیا اس آسمان کے نیچے آج تک کبھی ایسا ہوا ہے کہ چاہنے والے‘ محبت کا دعویٰ کرنے والے اور عشق کا دم بھرنے والے اپنے محبوب‘ اپنے محسن اور اپنی عقیدتوں کے مرکز ومحور کی موت کے دن خوشی منائیں۔ ۱۲ ربیع الاولؒ تو رحمت عالم ﷺ کے وصال اور رحلت کا دن ہے اور ایک عرصے تک لوگ اسے بارہ وفات ہی کے نام سے یاد کرتے رہے ہیں۔ جبکہ آپ ﷺ کا یوم پیدائش ۹ ربیع الاول ہے۔ اگر ۱۲ ربیع الاول ہی کو یوم ولادت بھی تسلیم کرلیا جائے تو جب جنم اور موت کا دن ایک ہی ہو تو پھر اہمیت کس بات کو دی جائے گی۔ یقیناً موت کا غم‘ خوشی پر غالب آئے گا۔ ان چیزوں پر غور کرنے سے ہر ذی ہوش آدمی اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ کسی دشمن کی چال ہے۔ جس نے ہماری لازوال محبت اور گہری عقیدت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں دیا کہ ہم کیا کرر ہے ہیں۔

جشن عید میلاد کے نام پر بازاروں کو سجانے‘ گلیوں کو آراستہ کرنے‘ جھنڈیاں لگانے‘ پہاڑیاں بنانے اور جانوروں کی گردنوں میں ہار ڈالنے پر جو کروڑوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اگر اسی رقم کو محسن کائنات جناب محمد کریم ﷺ کی امت کے یتیموں کی کفالت‘ بیوگان کی خدمت‘ بے سہارا افراد کی معاونت‘ تعلیمی اداروں کی تشکیل‘ قرآن وسنت کی تبلیغ

اسلامی کتب کی اشاعت، دینی درسگاہوں کے قیام، نادار مریضوں کے علاج، فلاحی منصوبوں کی تکمیل، ملک کے دفاع، مساجد اور مدارس کے انتظام اور جہاد فی سبیل اللہ پر خرچ کی جائے تو یقیناً یہ کام صدقہ جاریہ اور اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اس معاملے پر متانت، سنجیدگی اور خلوص نیت سے غور کیا جائے اور بحیثیت مسلمان زندگی کے جمیع معاملات میں سیرت رسول ﷺ کے مطابق عمل کرنے اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی کوشش کی جائے۔ یہی قرآن مجید کا حکم، یہی آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ اور یہی ماہ ربیع الاول کا پیغام ہے۔

آج امت مسلمہ جن آزمائشوں، دشواریوں، تکلیفوں، اذیتوں، فتنوں، پریشانیوں، دکھوں، صدموں اور مشکلات کا شکار ہے اور مسلمان جس بدحالی، افراتفری اور پریشانی و پشیمانی میں مبتلا ہیں۔ اس کی بہت بڑی وجہ رسول کائنات ﷺ سے عملی بے وفائی اور آپ کے فرمودات سے بے اعتنائی ہے۔ ہمارے ملک میں ہر طرف قتل و غارت، دہشت گردی، فتنہ و فساد، بدنظمی، انتشار، عداوت، بغض، حسد، کینہ، دشمنی، رشوت، حرام کاری، فحاشی، عریانی، بے حیائی اور بے راہروی کا دَور دَورہ ہے تو اس کی وجہ بھی رسول رحمت ﷺ کی نافرمانی اور اسلامی احکام سے روگردانی ہے۔ عوام پر حکمرانوں کا ظلم و تشدد اور حکمرانوں پر عوام کی بداعتمادی اور حکومتی محکموں میں بدانتظامی۔ یہ سب کچھ نبی محترم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل نہ کرنے اور آپ کی سیرت پاک سے دوری کا نتیجہ ہے۔

آج زن، زر اور زمین کے فتنے زوروں پر ہیں۔ غیر اسلامی عقائد کے فتنوں کا جال بچھا ہوا ہے --- شرک کا فتنہ --- بدعات کا فتنہ --- بداعتقادی کا فتنہ --- الحاد اور بے دینی کا فتنہ --- فرقہ واریت کا فتنہ --- مرزائیت کا فتنہ --- مذہب سے روگردانی کا فتنہ --- انکارِ حدیث کا فتنہ --- عقل پرستی کا فتنہ --- مذہبی فسادات کا فتنہ --- سیاسی بے راہروی کا فتنہ --- حکومتی جبر کا فتنہ --- معاشی بدحالی کا فتنہ --- مسلمانوں کی معیشت پر غیر مسلموں کے قبضے کا فتنہ --- اشتراکیت کا فتنہ --- سرمایہ دارانہ ذہنیت کا فتنہ

--- جاگیرداروں کے ظلم و تعدی کا فتنہ --- سودی نظام کا فتنہ --- ملک کو سیکولر اسٹیٹ قرار دلوانے کا فتنہ --- آمریت کا فتنہ --- مذہبی جماعتوں کے مابین سر پھٹول کا فتنہ --- عورت کی حکمرانی کا فتنہ --- مسلمان ممالک کے وسائل آمدن پر امریکیوں اور یہودیوں کے قبضے کا فتنہ --- سرحدوں کے غیر محفوظ ہونے کا فتنہ --- فقر، غربت، محتاجی اور گداگری کا فتنہ --- شراب نوشی کا فتنہ --- ٹی وی، وی سی آر اور کیبل کا فتنہ --- ہر اشتہار میں عورت کی نمود و نمائش کا فتنہ --- گانا بجانے کا فتنہ --- نوجوانوں کی بے راہروی کا فتنہ --- فیشن کا فتنہ --- مخلوط تعلیم کا فتنہ --- بے پردگی کا فتنہ --- کفر، بے دینی اور منافقت کا فتنہ --- دینی تعلیم سے روگردانی کا فتنہ --- عیاشی اور فحاشی کا فتنہ ---

آپ جس طرف بھی نظر دوڑائیں ملکی اور بین الاقوامی حالات کا جس انداز سے بھی جائزہ لیں اور مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کا جیسے بھی تجزیہ کریں تو آپ کو ہر طرف فتنے ہی فتنے اور ابتری ہی ابتری نظر آئے گی - قرآن کریم نے تمام فتنوں اور آزمائشوں کی وجہ نبی ﷺ کی نافرمانی کو قرار دیا ہے - اٹھارہویں سپارے میں ارشاد الٰہی ہے - فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (سورۃ نور آیت نمبر ۶۳)

﴿ترجمہ﴾ پس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں یا انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے -

اگر آج بھی ہم امام الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرمان بردار، اطاعت گزار اور وفا شعار بن جائیں - آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ بنا لیں اور اپنے آپ کو دامانِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ کر لیں تو ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس امر میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ سید المرسلین ﷺ کی سیرتِ مبارکہ طبقۂ انسانی کے ہر فرد و بشر کیلئے کامل نمونہ اور بہترین اسوہ ہے اور ہمیں اس کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم میں سے۔

☆ اگر کوئی استاد ہے تو وہ صفہ کے معلم اقدس ﷺ کا اندازِ تعلیم و تربیت اختیار کرے۔

☆ اگر کوئی دولتمند اور تاجر ہے تو وہ مکہ معظمہ کے تاجر ﷺ کی سیرت اپنانے کی کوشش کرے۔

☆ اگر کوئی غریب ہے تو وہ شعب ابی طالب کے محصور ﷺ کے صبر و استقلال کو مشعل راہ بنائے۔

☆ اگر کوئی خطیب ہے تو وہ مسجد نبوی کے خطیب ﷺ کا طریقہ خطابت اپنائے۔

☆ اگر کوئی سپہ سالار ہے تو وہ بدر و حنین کے سالارِ اعظم ﷺ کی سیرت پر نظر رکھے۔

☆ اگر کوئی فاتح ہے تو وہ فاتح مکہ ﷺ کے عفو و درگزر کا طریقہ اپنائے۔

☆ اگر کوئی قاضی اور جج ہے تو وہ حجر اسود کو نصب کرنیوالے منصف ﷺ کا فیصلہ پڑھے۔

☆ اگر کوئی حکمران ہے تو وہ سلطان عرب ﷺ کا نظام سلطنت ملاحظہ کرے۔

☆ اگر کوئی معالج ہے تو وہ علاجِ نبوی ﷺ کے اصول وضوابط کو مدنظر رکھے۔

☆ اگر کوئی مسافر ہے تو وہ راہِ مدینہ میں خیمہ اُم معبد پر آنے والے ﷺ کا کردار دیکھے۔

☆ اگر کوئی سخی ہے تو وہ کسی سائل کو خالی نہ لوٹانیوالے رسول ﷺ کی فیاضی پیش نگاہ رکھے

☆ اگر کوئی عابد و زاہد ہے تو وہ رات کی تاریکیوں میں رب العزت سے راز و نیاز کرنے والی ذات اقدس ﷺ کو نمونہ بنائے۔

☆ اگر کوئی بیٹا ہے تو وہ جناب عبداللہ کے صاحبزادے محمد ﷺ کی سیرت پر عمل کرے۔

☆ اگر کوئی باپ ہے تو وہ سیدہ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن کے والد ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرے۔

☆ اگر کوئی شوہر ہے تو وہ سیدہ خدیجہ، عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے

عظیم خاوند ﷺ کی حیاتِ پاک کو غور سے پڑھے۔

☆ اگر کوئی داعی و مبلغ ہے تو وہ کوہ صفا کے مقرر اور وادیٔ طائف کے مبلغ ﷺ کا حال پڑھے۔

☆ اگر کوئی یتیم ہے تو وہ آمنہ کے دُرِّ یتیم ﷺ کی سیرت کو کبھی فراموش نہ کرے۔

☆ اگر کوئی فرحاں و شاداں ہے تو وہ خوشی کے موقع پر سجدۂ شکر بجالانے والے رسول مقبول ﷺ کی حالت کو دیکھے۔

☆ اگر کوئی مغموم و محزون ہے تو وہ لختِ جگر کی میت کو ہاتھ میں اٹھائے اللہ کی رضا پر راضی ہونے کا اعلان کرنے والے صابر و شاکر نبی ﷺ کی اتباع کرے۔

الغرض انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کی اصلاح اور درستگی کے لئے پیغمبر اکرم، سرورِ عالم جناب محمد کریم ﷺ کی سیرت و تعلیمات میں رہنمائی موجود ہے۔ آپ کا اسوہ، اسوۂ کامل اور آپ کی سیرت، سیرتِ اکمل ہے۔ ربیع الاوّل کا پیغام یہی ہے کہ رسول رحمت ﷺ کی اتباع کی جائے۔ آپ کا اسوۂ حسنہ اپنایا جائے اور آپ کی تعلیمات و ارشادات پر عمل کیا جائے۔ تو یقیناً آج بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوسکتی ہیں، اور ہماری تمام مصیبتیں اور پریشانیاں، راحت اور رحمت میں بدل سکتی ہیں۔ بقول مولانا ظفر علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا عقیدہ اور عمل یہ ہونا چاہیے کہ ؎

میرے ہزار دِل ہوں تصدق حضور پر
میری ہزار جان ہو قربانِ مصطفیٰ

رشتہ مِرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مصطفیٰ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ یقیناً تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسوۂ رسول پر عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔